توسل کی حقیقت

اور صراط مستقیم

از :جناب غلام سرور قریشی صاحب جہلم

توسل اگر تو علماء ، صلحاء ، والدین ، اساتذہ اوربزرگوں سے اپنے حق میں دنیوی کامیابیوں اوراور اخری سعادتوں کے حصول کے لئے دعا کراناہے تو عین سعادتمندی ہے - خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ، کوئی دعا دیتا ہو ، دوسری وہ صورت ہے کہ جس کے مطابق سیدنا عمر فاروقؓ نے بارش کے واسطے حضور اقدس ﷺ کے عم بزرگوار حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کرائی تھی - تیسری صورت وہ ہے جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے 'حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تلقین کی تھی کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اگر مل جائیں تو ان سے اپنے حق میں دعا کرانا- قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ " اس کی (اللہ کی) طرف وسیلہ کی طلب کرو" - وسیلہ 'تقرب الہیہ کاذریعہ ہے-یعنی وہ راستہ طلب کرو جس پر چل کر تم اللہ کی رضا ، خوشنودی اور قرب حاصل کرلو -اور وہ راستہ صرف اور صرف حضور اقدس ﷺ کا راستہ ہے -اس سے یہ متبادر نہیں ہوتا کہ جیسے چھت پر چڑھنے کو سیڑھی درکار ہوتی ہے اور کسی اعلی افسر سے رابطہ کے لئے پہلے اس کے سیکرٹری یا چپڑاسی سے ملاپ ضروری ہے - ذات حق تعالی کے بارے میں اس قسم کے تصورات ہرگز ہرگز اس کی شان عالی کے لائق نہیں ہیں -قرآن مجید میں اور کتب احادیث میں سینکڑوں کے حساب سے دعائیں تعلیم فرمائی گئی ہیں وہ سب کی سب بلاوسیلہ اوربلاتوسل ہیں - ان سب کا آغاز " ربنا " اور" اللھم " سے ہوتا ہے -ان میں " طفیل اور صدقے" کا کوئی شائبہ تک نہیں - پھر حکم دیا جاتا ہے (ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ) (الاعراف : ۵۵) "اپنے رب کو تضرع کے ساتھ اور خفیہ طریق پر پکارو" اسی لئے یہ بھی فرما دیا گیا :(نحن اقرب الیہ من حبل الورید) (ق : ۱۶)

"ہم تمہاری جبل ورید (شاہ رگ) سے بھی زیادہ قریب ہیں" تم پکارو ' ہم سننے کو ہر وقت تیار ہیں - پھر یہ وضاحت بھی فرمادی (لا تاخذه سنة ولا نوم ......) (البقرة : ۲۵۵) کہ ہمیں نیند یا اونگھ بھی نہیں آتی اس لئے یہ بھی ممکن نہیں کہ تم ہمیں پکارو اور ہم سورہے ہوں - اس لئے یہ بھی کھول کر بیان کردیا (واذا سالک عبادی عنی فانی قریب ' اجیب دعوة الداع اذا دعان ......) (البقرة : ۱۸۶) " جب میرے بندے آپ ﷺ سے میرے بارے میں پوچھتے ہیں تو انہیں بتائیں کہ میں ان کے قریب ہوں اور جب کوئی پکارنے والا پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں " یہاں بھی سب بندوں کو اذن عام دیا گیا ہے - یہی تو وہ امتیازی شان ہے جو اللہ تبارک وتعالے کو دنیا کے چھوٹے بڑے تمام حاکموں سے ممیز کرتی ہے - دنیا کے حاکموں سے جب بندہ مایوس ہو جاتا ہے اور اس پر ظلم ہوتا ہے اور اسے کہیں سے انصاف نہیں ملتا تو ایک دربار ایسا ہے جو سب سے بڑا ہے - جس پر کوئی دربان نہیں - جہاں اپنی فریاد پہنچانے کے لئے کسی وسیلہ اور وساطت کی ضرورت نہیں اور جب مظلوم آہ کرتا ہے تو وہ آہ کسی وسیلہ کے بغیر ہی عرش اعظم پر پہنچتی ہے - کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے -

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن ...... اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

اس لئے یہ خیال درست نہیں کہ حاجت برآری کے لیے ہم اپنی درخواستیں پہلے اولیاء اللہ کو پیش کریں اور پھر وہ انھیں منظوری کے لئے اللہ تعالے کے حضور پیش کرتے ہیں اور منظور کرا کے دیتے ہیں - اور اس عقیدہ کی بنیاد یہ خوش عقیدگی ہے کہ اللہ تعالے اپنے بندوں کی بات رد نہیں کرتے اور دلیل اس پر وہ وضعی (جھوٹی) روایت لائی جاتی ہے جس کے مطابق اللہ تعالے نے کسی عورت کو اولاد ' حضرت موسی علیہ السلام کی دعا پر نہ دی تھی اور ایک ولی اللہ کے کہنے پر دے دی تھی کیوں کہ ولی اللہ نے اللہ تعالے کے واسطے موسی علیہ السلام کو اپنے جسم کا گوشت دے دیا تھا - جبکہ موسی علیہ السلام ایسا نہ کر سکے تھے - مجھے اس قسم کی روایت کا حوالہ دیتے ہوئے شرم آرہی ہے کہ کسی علمی موضوع پر اس سے استدلال بھی کیا جاسکتا ہے - روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ اولاد اس عورت کے مقدر میں ہی نہیں ' تو دے کیسے دیں ؟ مگر بعد میں اللہ نے نوشتہ تقدیر بدل دیا - نعوذ باللہ ! پھر یہ دلیل پکڑی جاتی ہے کہ جن اللہ والوں نے محنتیں کی ہوتی ہیں اللہ ان کی بات رد نہیں کرتا - اس باب میں ۲ قسم کے لوگ ہیں

(ا) جو اولیاء اللہ کو مدبر کائنات مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انھیں حاجت برآری اور مدبر کائنات مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انھیں حاجت برآری اور تدبیر کائنات کے اختیارات اللہ تعالے نے تفویض کیے ہیں اور چوں کہ اختیارات اللہ تعالے نے دیئے ہیں لہذا اللہ والوں کی ساری کاروائی دراصل اللہ تعالے کی طرف سے ہوتی ہے -

(ب) وہ جو اس عقیدہ کے الٹ عقیدہ رکھتے ہیں - اور تفویض ' تقسیم اور تشریک یا انتقال اختیارات کی کسی سکیم کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے اس فرمان کے مطابق اس قسم کے عقائد کی گنجائش نہیں " اللہ تعالے کی بادشاہی میں کوئی شریک نہیں " -

دونوں قسم کے عقائد رکھنے والے لوگ دنیا میں کامیاب بھی ہیں اور ناکام بھی - دونوں قسم کے لوگوں کو رزق بسیط ملتا ہے اور دونوں ہی کیمپوں میں رزق کی تنگی بھی ہے - دونوں طرف اولاد ہے اور دونوں گروہوں میں محروم اولاد

لوگ بھی ہیں -اگر پہلا عقیدہ درست مان لیا جائے- تو چاہیے تھا کہ اولیاء اللہ ' اپنے عقید تمندوں کو اولاد ' رزق اور کامیابی سے سرفراز کر دیتے اور ان کا کوئی عقیدت مند بے اولاد نہ رہتا- لیکن ایسا نہیں ہے -ساری ساری عمر مزارات کے سلام کرنے 'ان پر بکرے اور مرغے چڑھانے اور وہاں رو رو کر ہلکان ہونے والے بے شمار ایسے لوگ ہیں جو بے اولاد ہی رہے اور جب بات یہاں تک آجائے تو عقیدہ کی اصلاح کرنے کی بجائے فوراً پینترا بدلا جاتا ہے کہ اللہ کو منظور نہیں تھا -یہی تو ہم کہتے ہیں کہ تدبیر کائنات اور حاجت برآری کے سارے اختیارات اللہ تعالے نے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں اور کسی اللہ والے کو تفویض نہیں فرمائے -اگر کوئی سکیم تقسیم اختیارات کی ہوتی تو اللہ تبارک و تعالے اس کی وضاحت فرما دیتے ۔ کیوں کہ اگر یہاں ابہام چھوڑ دیا جاتا تو شرک کا خطرہ تھا - بات اس سے بھی آگے جاتی ہے اور یہ جو پینترا بدلا جاتا ہے تو صرف اس لئے کہ اس سے صریح شرک ثابت ہوتا ہے- ورنہ اصل عقیدہ ان کا یہی ہے کہ اولیاء اللہ ' اللہ سے انہیں دعائیں منظور کرا کے نہیں دیتے بلکہ خود ہی منظور کرتے ہیں اور "قصیدہ غوثیہ "اس پر ناقابل تردید شہادت ہے -جس کا ایک مصرعہ یہ ہے :

در دین و دنیا شاد کن　　　　از بند غم آزاد کن

یا شیخ عبدالقادرا

دیکھئے ' شفاعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ ......) (البقرہ : ۲۵۵) "کون ہے جو اللہ سے سفارش کر سکے مگر اس کی اجازت کے ساتھ" اور اگر تقسیم اختیارات کی گئی ہوتی تو یوں فرمایا جاتا - "اللہ کے ملک میں کوئی شریک نہیں مگر اولیاء اللہ" شفاعت کے بارے میں کوئی ابہام نہیں رہنے دیا گیا - حشر میں ہمارے پیارے پیغمبر سرور عالم حضرت محمد ﷺ کی شفاعت کبریٰ ثابت ہے - اور اس کا مقبول ہونا بھی ثابت ہے-ہم جیسے عاصی اسی شفاعت کے سہارے بخشش کے امیدوار ہیں-کتب احادیث میں جن جن ہستیوں کی شفاعت کا ذکر ہے 'سب برحق ہیں -اولیاء اللہ بھی یقیناً اذن شفاعت کا پائیں گے -مگر بات پھر وہیں آتی ہے کہ کیا معلوم جنھیں ہم نے اولیاء سمجھا تھا ' اللہ تعالے کے دربار میں ان کی کیا حیثیت ہے -کیا وہ اس دن دوسروں کی بخشش کی سفارش کریں گے یا انھیں خود اپنی بخشش کی پڑی ہوگی -اس لئے ہمیں تکیہ تو صرف حضور اقدس ﷺ کی شفاعت پر کرنا چاہیے اور اگر اولیاء اللہ جنھیں ہم نے اولیاء اللہ سمجھا تھا ' واقعی اللہ تعالے کے ہاں بھی اولیاء ہوئے تو اس دنیا میں اپنے ساتھ عقیدت و محبت رکھنے اور اپنی صحبت اختیار کرنے پر ہماری سفارش ضرور فرما دیں گے -روایت ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک رات محو عبادت تھے کہ آسمان پر ایک نور پھیل گیا -اس نور میں سے آواز آئی " اے عبدالقادر! ہم نے تمہارے لیے حرام چیزیں بھی حلال کر دی ہیں "شیخ سمجھ گئے کہ یہ شیطانی حملہ ہے - آپؒ نے فرمایا "اے لعین! تو مجھے گمراہ کرنا چاہتا ہے حلال حرام کے فیصلے تو ہو چکے " اس جواب پر نور مبدل بہ ظلمت ہوا پھر آواز آئی " میں اس مقام پر جہاں آج تو ہے ستر کاملین کو گمراہ کر چکا ہوں مگر تو مجھ سے اپنے علم کے زور پر بچ گیا " شیخؒ نے جواب دیا " اے مردود تو اب بھی مجھے گمراہ کرنے سے باز نہیں آیا اور کہتا ہے کہ میں اپنے علم کے زور سے بچ گیا ہوں حالانکہ مجھے صرف اللہ کے فضل نے بچایا ہے" -

اولیاء اللہ کے بارے میں میری ساری گزارشات اسی روایت سے ماخوذ ہیں :-

ا۔ شیخ ؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں خود اپنے زور علم سے شیطان کے حملے سے محفوظ رہا ہوں بلکہ فرمایا کہ بچانے والا صرف اللہ تعالےٰ ہے ۔

ب ۔ " کاملین یقیناً اولیاء اللہ تھے ۔کوئی پتہ نہیں کب کوئی کامل گمراہ ہو جائے اپنے ساتھ اپنے عقید تمندوں کو بھی لے ڈوبے ۔اس لئے ہمیں کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے پہلے بہت کچھ سوچنا چاہیے ۔پھر یہ تو نہیں ہوا ہوگا کہ جو ستر کاملین گمراہ ہو چکے تھے ۔انھوں نے اپنے عقیدت مندوں کو اکٹھا کیا ہو اور بتادیا ہو کہ اب وہ گمراہ ہو چکے ہیں لہذا ان سے اپنی عقیدت و محبت اور بیعت کے رشتے منقطع کرلو ۔اس لئے ہمیں اس باب میں محفوظ حد تک محدود رہنا اجب ہے ۔یعنی "اکرام مومن" کی حد تک !

صراطِ مستقیم

سورہ فاتحہ میں سارے مسلمان دن میں کئی کئی بار حالت نماز میں اپنے رب سے دعا کرتے ہیں :

(اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم) ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیجئے ' جو راستہ ہے ان لوگوں کا جن پر آپ کا انعام ہوا "۔

" **انعمت علیهم** " وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے ۔انعام یافتہ لوگوں کی تلاش میں قرآن مجید کی اس آیت تک رسائی حاصل کی جاتی ہے (فاولئك مع الذین انعم الله علیهم من النبیین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین) (النساء : ٦٩) " وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے 'نبیوں میں سے 'صدیقین میں سے 'شہداء میں سے اور صالحین میں سے " غرض اس تلاش کی یہ ہے کہ " صالحین" کو " اولیاء اللہ " بنا کر انھیں انعام یافتہ کہا جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ قرآن مجید میں "اولیاء اللہ" کے راستے کو صراط مستقیم کہا گیا ہے ۔

اولیاء اللہ بلاشبہ صالحین ہیں اور صالحین بلاشبہ اولیاء اللہ! مگر اس ساری آیت کریمہ میں سے " صالحین" ہی کا راستہ کیوں صراط مستقیم ہے ؟ پہلے انبیاء کا ذکر ہے ۔اگر انعام یافتہ لوگوں کی تلاش ہے تو پہلے درجے میں انبیاء انعام یافتہ ہیں لہذا ان کا راستہ پہلے درجے میں صراط مستقیم ہے ! انبیائے سابق کے راستے یقیناً صراط مستقیم تھے مگر ان کی امتوں کے لئے ۔ہمارے لئے ہمارے پیغمبر اعظم و آخر ﷺ کا راستہ " صراط مستقیم " ہے حضور اقدس ﷺ سے پہلے انعام یافتہ انبیاء کے صراط مستقیم میں قبلہ بیت المقدس تھا ۔کیا آج کوئی مسلمان ان انبیاء کے صراط مستقیم پر چلتے ہوئے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو تیار ہے ؟ نہیں ہرگز نہیں ! میں نے صرف ایک مثال دی ہے ورنہ پہلے انعام یافتہ انبیاء کے صراط مستقیم اور ہمارے انعام یافتہ نبی ﷺ کے صراط مستقیم میں اختلافات کی فہرست بڑی طویل ہے ۔

" صالحین" کو لیجئے ۔ صالحین کا ایک عمومی استعمال ہم نیک لوگوں اور اولیاء اللہ کے لئے کرتے ہیں ۔اس کا دوسرا استعمال بھی قرآن مجید میں ہے ۔حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے یحییٰ کی بشارت دی گئی تو فرمایا (......**و نبیاً من الصالحین**) (آل عمران :۳۹) وہ نبی ہوں گے صالحین میں سے ۔کیا جن صالحین میں سے وہ نبی تھے ' ان صالحین کا مرتبہ انبیاء کا تھا یا عمومی صالحین کا تھا ۔ جنھیں ہم صالحین کہہ دیتے ہیں ؟

حضرت یوسف علیہ السلام دعا فرماتے ہیں (**توفنی مسلماوا لحقنی بالصالحین**) (یوسف :۱۰۱) مجھے اسلام پہ موت دے اور میرا الحاق بعد وفات کے صالحین کے ساتھ فرمانا " پھر دیکھئے 'کیا یوسفؑ وفات کے بعد اپنا الحاق انبیاء و صالحین کے ساتھ چاہتے تھے یا ان صالحین کے ساتھ جنھیں لوگ صالحین کہہ دیتے ہیں؟ وہ یقیناً اپنا الحاق

اپنے نبی والد اور دادا نبی کے ساتھ چاہتے ہوں گے - قرآن شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی صالحین میں کہا گیا ہے - کیا یہ انبیاء ' چوتھی ' پانچویں اور چودھویں پندرہویں صدی عیسوی کے صالحین میں سے تھے؟ یا صالحین انبیاء میں سے ؟

اب پھر (صراط الذین انعمت علیھم) کی طرف آیئے - قرآن مجید ناطق ہے - وہ ہر بات کا جواب دیتا ہے - صرف چاہیے یہ کہ اس سے نیک نیتی سے پوچھا جائے - ہم اس سے وہ آیت پوچھتے ہیں جس میں انعام اور صراط بھی ہوں اور ساتھ اس کا خطاب حضور اقدس ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت صحابہؓ اور آپ ﷺ کی جمیع امت سے ہو - لیکن اس سے پہلے یہ دیکھ لینا مناسب ہو گا کہ ہمارے لئے خاص حکم کیا ہے - قرآن مجید میں ارشاد ہے : (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ) (الاحزاب :۲۱) اسوۂ حسنہ ' رسول اللہ کی ذات گرامی میں ہے یعنی ہمیں پابند کر دیا ہے کہ تمہیں صرف اور صرف حضور اقدس ﷺ کے راستہ پر چلنا ہے - لہذا اس راستے کو چھوڑ کر کسی دوسرے انعام یافتہ گروہ کی راہ تلاش کرنا اور اس پر چلنا ہمارے لئے ممنوع کر دیا گیا ہے - جی تو قرآن مجید نے وہ آیت بیان فرما دی :(الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی) (المائدہ :۳) آج میں نے (اللہ نے) تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ' اور میں نے تم پر اپنے انعام کی انتہا کر دی -

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ پر انعام کی انتہا کر دی گئی - لہذا جب ہم **(صراط الذین انعمت علیھم)** طلب کرتے ہیں تو انعام یافتہ لوگ قرآن کی رو سے ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور آپؐ کے صحابہؓ ہوتے ہیں - کیوں کہ ان پر انعام کی معراج ہے - لہذا جو حضرات " انعام یافتہ " لوگوں میں " صالحین عمومی " کو شمار کر کے ان کا راستہ قرآن سے " صراط مستقیم " ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں ' بڑی بھول کا شکار ہیں - صالحین بے شک انعام یافتہ ہیں - اس پر پھر قرآن مجید کی شہادت حاصل ہوتی ہے (و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی و نصله جهنم و ساءت مصیرا) (النساء : ۱۱۵) جس نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی یعنی آپ ﷺ سے علیحدہ راستہ اختیار کیا ' بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو گئی ہو اور وہ آدمی مومنین کے سبیل (صراط) کو چھوڑ کر کسی دوسری راہ کی اتباع کرے تو پس ایسا شخص جدھر کو جائے گا ' اسے ادھر ہی جانے دیا جائے گا اور اس کا مقام جہنم ہو گا جو بدترین ٹھکانا ہے " -

رسول اللہ ﷺ نے ۲۳ سال دن رات اسلام پر عمل کر کے صحابہؓ کے لئے ایک شفاف راہ متعین کر دی - پھر یہ مومنین حضور اقدس ﷺ کی آنکھوں کے سامنے ۲۳ سال تک اس راہ سے گزرتے رہے - اس طرح سے اس انعام یافتہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے شاگردوں نے بڑی محنت سے ایک واضح 'کشادہ اور ہر قسم کی گمراہی کے خدشے سے محفوظ ایک " صراط مستقیم " صفحہ ہستی پر اتنا گہرا کر کے بنا دیا کہ اس کی صحت اور سیدھائی میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہنے دیا گیا - جس کا جی چاہے 'آنکھیں بند کر کے اس صراط مستقیم پر چل پڑے 'مراد کو پہنچ جائے گا -

انعام یافتہ اولیاء اللہ بھی ہیں ' صالحین بھی ہیں مگر ان کا راستہ " صراط مستقیم " کے طور پر طلب نہیں کیا جاسکتا - بلاشبہ ان بزرگوں نے حضور اقدس ﷺ کے " صراط مستقیم " پر چلنے کی کوشش کی ہو گی مگر " صراط مستقیم " پر جس بے مثال طریقے سے حضور اقدس ﷺ گزرے اور آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے صحابہؓ گزرے ' اس طرح اب اس پر کوئی غیر صحابی ہستی گزر ہی نہیں سکتی - لہذا کوئی شخصیت " صراط مستقیم " نہ تو اب تراش سکتی ہے اور نہ کسی ایسے راستے کی طلب کی جاسکتی ہے - یہ بات جان لینا چاہیے کہ اولیاء اللہ اور صالحین خود جادہ پیما تھے اور ہیں مگر جادہ تراش نہیں تھے -

جادہ تراشی کا حق صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تھا -

اگر یہ کہا جائے کہ صالحین اور اولیاء اللہ کا راستہ بھی تو حضور اقدس ﷺ کا راستہ تھا - لہذا جب ان کے راستے کی طلب کی جاتی ہے تو اس سے حضور اقدس ﷺ کا راستہ ہی مراد ہے تو یہ توجیہ غلط ہے کیوں کہ حضور اقدس ﷺ کا فرمان اس کی ممانعت کرتا ہے :-

" میرا اور میرے صحابہ کا راستہ اپناؤ - یہی راستہ صراط مستقیم ہے اور اسی کی صحت پر وحی کی شہادت موجود ہے -

رسول اللہ ﷺ دعائے خلیل کا اثر تھے - آپ ﷺ پیغمبر اعظم و آخر ہیں - آپ ﷺ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے امام اور ان کے وارث تھے - مگر آپؐ نے کسی کے مزار پر کوئی اجتماع منعقد نہیں کیا - نہ کسی قبر کو غسل دیا - انبیائے سابق کی قبور سے زیادہ کس کا مزار مقدس ہوگا پھر نبی آخر الزمان ﷺ خود بھی اس جہان فانی سے رحلت فرما ہوئے اور آپ ﷺ کے وضو کے پانی کا قطرہ زمین پر نہ گرنے دینے والے عقیدت مند اور آپ ﷺ کے حکم پر اپنی ہر عزیز چیز اور جان نچھاور کرنے والے صحابہؓ موجود تھے مگر کسی نے آپ ﷺ کی قبر مبارک و اطہر کو غسل نہ دیا اور نہ ہی آپ ﷺ کے سبطین حسنین کریمین نے آپ ﷺ کے ریاض الجنہ کو اپنی سجادہ نشینی کا مرکز بنایا - سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام میں مزار پرستی اور سجادہ نشینی وغیرہ کا کوئی تصور تھا تو اس تصور سے سیدنا حسنؓ اور حسینؓ سے زیادہ کون واقف تھا ؟ اور اگر کسی مزار پر یہ سلسلے جاری کئے جا سکتے تھے تو حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک سے زیادہ اور کوئی قبر حق دار نہ تھی -

سالکین راہ حق امت محمدیہ ﷺ کے وہ روشن چراغ ' جن کی روشنی ' اس چراغ ہدایت سے مستعار ہے ' جو پیغمبر اعظم و آخر نے قرآن کے نور سے روشن کیا تھا - اللہ تبارک و تعالے کا انعام عظیم ہے کہ اس نے سالکین کے واسطے سنت محمدیہ ﷺ کی صورت میں ' صراط مستقیم کے طور پر ایک ایسی شاہراہ اعظم قیامت تک کے لئے تیار کر دی ہے جس پر چلتے ہوئے کوئی راہزن نہ تو انھیں گمراہ کر سکتا ہے اور نہ ہی ان سے ان کی متاع ایمان چھین سکتا ہے - یہ راستہ ہر قسم کے خطرات سے محفوظ ہے - یہی وہ راستہ ہے جس پر' جو چلے گا ' بغیر کسی کھٹکے ' خدشے اور خرخشے کے اللہ تعالے کے سایہ رحمت میں چلا جائے گا - اس راستے کے دونوں طرف قرآن مجید ' سنت اور حدیث شریف اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہیں - دنیا ظلمت کدہ بن جائے ' آفتاب عالم تاب اپنی ضیاگستری سے عاجز رہ جائے ' کواکب و کہکشاں بے نور ہو جائیں ' یہ تو ہو سکتا ہے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ راہ حق کا مسافر صراط مستقیم پر کبھی کوئی تاریکی یا ظلمت دیکھے - یہ نور ہدایت سے منور شاہراہ اللہ تعالی کی اپنی حفاظت میں ہے - یہ تو ہوگا کہ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ' اس راہ پر چلنے والے اپنے عاجز بندوں کی تقصیروں ' کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرما دے گا مگر یہ نہیں ہوگا کہ وہ کسی ایسے انسان کی طرف رحم کی نظر سے بھی دیکھے جو اس کے صراط مستقیم پر کوئی اضافہ کرنے کی جسارت کرے - وہ انھی فرماں بردار بندوں کو شرف ولایت سے سرفراز کریگا جو اس کے آخری پیغمبر ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اس کے صراط مستقیم پر زندگی کا سفر کریں گے - اس کا فرمان ہے :-

" یہ نصیحت ہے پس جو شخص بھی چاہے ' اپنے رب کا راستہ اختیار کرے "

یہ صراط مستقیم عبدیت، عبودیت اور صالحیت و ولایت کے سارے تقاضے پورے کرتا ہے- نور ہدایت کی وہ شعاعیں اسی راستے پر ضوفشاں ہیں جو اپنے راہروؤں کی روح کو جلا بخشتی ہیں اور یہی وہ ہدایت ہے، جو زندگی کی پرپیچ راہوں اور دشوار گزار گھاٹیوں میں بندگان الٰہی کی ٹھیک ٹھیک رہنمائی کرتی ہے- اور بندوں کو نہایت کامیابی سے سفر زندگی طے کراتی ہے اور اس صراط مستقیم سے ایک بال برابر بھی ادھر یا ادھر گمراہی اور ضلالت کی وہ ظلمت ہے جس میں گرنے والا اپنی منزل کھوئی کر بیٹھا- وما توفیقی الا بالله

گانا سننے والوں کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائیگا

حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ! **من جلس الی قینة یسمع منها۔ صب فی اذنه الآنک یوم القیامة** -(القرطبی ج ۱۴ ص ۵۳)

جو کوئی آدمی کسی گلوکارہ کی مجلس میں بیٹھ کر اس سے گانا سنتا ہے قیامت کے دن اسکے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ (نیل الاوطار: ج ۸ ص ۱۰۳۔)

(المرسل: خادم حسین پردیسی - جدہ- سعودی عرب)

قلمی معاونین سے درخواست

قلمی معاونین سے درخواست ہے کہ وہ مضامین خوش خط، واضح، ایک سطر چھوڑ کر، اور کاغذ کے ایک جانب لکھا کریں۔ حوالہ جات کی فہرست آخر میں دیا کریں۔ شکریہ

نوٹ: ادارہ کے متعلق خط وکتابت کے لیے اپنا خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔